نقد ونظر

حافظ حسن مدنی

زنا بالجبر اور نام نہاد 'تحفظ حقوقِ نسواں بل'

نبی آخر الزمان سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے اس دارِ فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد اللہ کا وہ دین 'اسلام' اور عطا کردہ ضابطہ حیات پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا۔ اس دین میں جو کمی بیشی اور اس طرزِ حیات میں جو تبدیلی ہونا تھی، آپ ﷺ نے بتمام وکمال اسے جبریل امینؑ سے وصول کرکے اپنی اُمت تک پہنچا دیا، اور اس کے بعد اس دین میں ترمیم کرنے کا کسی کو کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔ جیسا کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہونے والی آیات میں تکمیل دین کا اعلان کر دیا گیا۔ (المائدۃ:۳)

ایسے ہی آپ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے پر سیدہ اُمّ ایمنؓ نے فرمایا تھا کہ

''اب وحی لے کر آنے والے فرشتے جبریلؑ کی آمد منقطع ہوگئی۔'' (سنن ابن ماجہ:۱۶۳۵)

واضح رہنا چاہئے کہ اللہ کا دین 'اسلام' کسی حکمران کا محتاج نہیں کہ وہ اس کے نفاذ کا اعلان کرے، تب ہی وہ معاشرہ میں جاری وساری ہوگا بلکہ نبی کریم ﷺ کے اعلان فرما دینے کے بعد سے ہی اس دین کے احکامات جاری ہوچکے ہیں۔ اور ہر شخص اسلام کا کلمہ پڑھ لینے کے بعد اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ وہ اپنے ربّ کے فرامین اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کے سامنے مطیع وفرمانبردار رہے گا۔ مسلمان اسی بنا پر نمازیں پڑھتے ہیں کہ ان کے ربّ نے اپنے رسولؐ کے ذریعے اُنہیں اس کا حکم دیا ہے، اگر یہ صوم وصلوٰۃ اور حج وزکوٰۃ کسی حکمران کے نفاذ کے محتاج ہوتے تو آج دیگر کئی بناوٹی اَدیان کی طرح نعوذ باللہ اسلام کا بھی دنیا سے خاتمہ ہوچکا ہوتا جبکہ 'اسلام' نبی آخر الزمان ﷺ کے ذریعے اُمت کو عنایت ہوا ہے اور محشر کا صور پھونکے جانے تک اسے اس دنیا میں باقی رہنا ہے۔

اللہ کے مطیع وفرمانبردار انسان کسی حکومت کے قانون مقرر کر دینے سے قبل بھی نکاح وطلاق کے شرعی اُصولوں پر کاربند تھے۔ مسلم معاشرہ خنزیر کے گوشت استعمال کرنے یا اس کی

www.KitaboSunnat.com

خرید وفروخت کو حرام جاننے کے لئے کسی قانونی ضابطہ بندی کا محتاج نہیں رہا۔ جس طرح مسلمان ۱۹۷۹ء کے حدود آرڈیننس سے قبل بھی محض اللہ کے اَحکامات کی اتباع میں زنا کاری اور بدکاری سے اس لئے بچا کرتے تھے کہ اس فعل شنیع کو قرآنِ کریم میں حرام قرار دیا گیا ہے اور فرمانِ نبویؐ کی رو سے اس مکروہ فعل پر اللہ تعالیٰ کو پوری کائنات میں سب سے زیادہ غیرت وغصہ آتا ہے، اسی طرح کسی حکومت کے زنا کو گوارا کرلینے اور اس کی سزاؤں کو ختم کرنے یا اس میں تخفیف کردینے سے بھی ان احکام کی شرعی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔اور ہر مسلمان کو اپنے طور پر ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اللہ کے عطا کردہ قوانین میں کوئی حاکم وقت یا پارلیمنٹ سرمو تبدیلی کرنے کی مجاز نہیں۔ یہ تو محض کسی حاکم وقت کی سعادت ہے کہ اسے ان قوانین کی تعمیل کروانے کی توفیق مرحمت ہوجائے، اور یہ کسی کی شقاوت وبدبختی ہے کہ 'اسلام' کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس کے نامہ اعمال میں اللہ کے قوانین کو بدلنے کی جسارت لکھی جائے۔ ایسے لوگوں کو روزِ محشر ربّ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنا چاہئے اور اُنہیں یاد رہنا چاہیے کہ ہر مسلمان کو آخرکار اپنے تمام اَعمال کے لئے ایک روز اللہ کے سامنے جوابدہ ہونا ہے۔ حکمرانوں کو اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہئے کہ

''ایسی حکمرانی روزِ قیامت حسرت وندامت کا سبب ہوگی!'' (سنن کبریٰ از نسائی: ۵۹۲۸)

اسلامی احکام پر عمل کرنے کا جہاں ہر مسلمان پابند ہے، وہاں اسلام نے حکمرانوں کو بھی قوتِ نافذہ کے ذریعے اِنہیں مسلم معاشرے میں جاری وساری کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ اس سے انحراف کریں تو ہر مسلمان کی یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں شریعت کے نفاذ پر مجبور کریں۔

قرآن کی رو سے حکم واختیار کا سرچشمہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے، اور اسی امر کو تسلیم کرکے ہم نے اسلام کا دم بھرا ہے، کسی حکمران کی ترمیم کا جواز بنانا تو کجا، اسلام نے تو کسی حکمران کی خلافِ اسلام اطاعت کو بھی سرے سے حرام قرار دے دیا ہے۔

مذکورہ بالا تمہید کا مقصد اسلام اور حدود اللہ میں ان صریح ترامیم کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا موقف اور اسلام کے تقاضوں کی نشاندہی کرنا ہے۔ ہمارے پیش نظر حدود ترمیمی بل (نام نہاد حقوقِ نسواں بل) میں اللہ کے دین سے کھلم کھلا مذاق کیا گیا ہے اور اس میں تحریف

کے علاوہ اس کو معطل کرنے کی جسارت بھی کی گئی ہے، راقم کے اسی شمارے میں شائع شدہ ایک مستقل مضمون کے علاوہ یہاں ایک اور پہلو سے اس تحریف کو پیش کیا جائے گا۔

اسلام میں مرد و زَن کو جوڑا بنانے کے لئے 'نکاح' جیسا مقدس بندھن موجود ہے اور اس نکاح کے بعد دو مرد و عورت میں وہ تعلقات جائز ہوجاتے ہیں جو اس کے بغیر سنگین گناہ قرار پاتے ہیں۔ جبکہ مغرب میں نکاح کا تصور تقریباً معدوم ہوچکا ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں جو حیثیت نکاح کو حاصل ہے، مغرب میں یہی حیثیت وقتی رضامندی کو عطا کردی گئی ہے۔

اس اِجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یورپ میں اگر کوئی لڑکا لڑکی شادی سے قبل جنسی مواصلت پر وقتی طور پر راضی ہوں تو اسے 'زنا بالرضا' کہا جاتا ہے اور یہ فعل قانوناً جرائم کے زمرے میں نہیں آتا، اس پر کوئی سزا موجود نہیں ہے۔ جبکہ اسلام کی رو سے نکاح سے قبل کسی قسم کے جنسی تعلقات تو کجا، مرد و زَن کا خلوت میں بیٹھنا اور عشق معاشقہ رچانا ہی حرام ہے۔

دوسری طرف اسلام میں نکاح کے بعد میاں بیوی کے لئے جنسی تعلقات کو نہ صرف گوارا کیا گیا بلکہ ایک دوسرے کا حق قرار دیتے ہوئے اسے قابل ثواب فعل بھی بتایا گیا ہے۔ اسلام نے یوں تو شوہر کو بھی بیوی کے جنسی حقوق ادا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے لیکن بیوی کو اس امر کی بالخصوص اجازت نہیں دی کہ وہ نکاح کے بعد اپنے شوہر کی مقاربت کی خواہش پوری نہ کرے جبکہ مغرب میں نکاح کو یہ حیثیت حاصل نہیں بلکہ وہی وقتی رضامندی والا فلسفہ، نکاح کے بعد بھی کارفرما ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کی وقتی رضامندی کے بغیر اس سے جنسی مواصلت کرے تو اسے مغرب میں اَزدواجی زنا بالجبر Marital Rape سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ بھی جرم قرار پاتا ہے۔ اسی لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں جو حیثیت نکاح جیسے مقدس بندھن کو حاصل ہے، مغرب میں یہی حیثیت وقتی رضامندی کو دے دی گئی ہے جو شادی سے قبل حاصل ہوجائے تب بھی جنسی فعل معتبر اور جائز اور شادی کے بعد بھی کسی وقت حاصل نہ ہو تو وہ جنسی فعل 'زنا بالجبر' قرار پاتا ہے۔

مسلم معاشرہ میں نبی کریم ﷺ کے واضح فرامین کی بنا پر ایسا تصور ہی بڑا اجنبی اور مضحکہ خیز ہے۔ لیکن عرصۂ دراز سے مغرب میں حقوقِ نسواں کی علمبردار خواتین رضامندی کے بغیر جنسی تعلق کو جرم قرار دینے کا مطالبہ کررہی تھیں۔ قاہرہ کانفرنس اور پھر بیجنگ کانفرنس وغیرہ میں

www.KitaboSunnat.com

یہ مطالبہ دہرایا جاتا رہا، چندماہ قبل قومی اخبارات میں ایک خاتون رکن قومی اسمبلی نے بھی اس مطالبے کے حق میں بیانات دیے جس پر خوب بیان بازی بھی ہوئی۔ لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ تحفظ حقوقِ نسواں بل کے ذریعے خواتین کو ملنے والے حقوق میں ایک یہ حق بھی شامل ہے جسے مغرب میں اَزدواجی زنا بالجبر سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس طرح شریعتِ اسلامیہ سے کھیلا جارہا ہے!

یہ نکتہ اس موضوع پر جاری بحث میں اس لئے اُجاگر نہیں ہوسکا کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ مغرب زدہ این جی اوز اور پیپلز پارٹی کی تائید سے حکومت اس حد تک جاسکتی ہے۔ لیکن ذیل میں بیان کردہ تفصیلات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ نئے بل کی رو سے بیوی کی رضامندی کے بغیر ہونے والے جماع کو بھی جرم قرار دے دیا گیا ہے۔ اگر کوئی جج اس بنا پر کسی شوہر کو سزا دینا چاہے تو تحفظِ خواتین بل نہ صرف یہ کہ اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا بلکہ جج کو ایسے شوہر کو زنا بالجبر کا مجرم قرار دینے کے پورے اختیارات بھی دیتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ بحث ان قوانین کے مصدقہ متن اور ماہرین شریعت و قانون سے مشاورت اور تصدیق کے بعد ہی احاطہ تحریر میں لائی جارہی ہے۔

زنا بالجبر کے سابقہ قانون اور ترمیم شدہ قانون میں ایک تقابل

حد زنا آرڈیننس ۱۹۷۹ء میں دفعہ ٦، زنا بالجبر کے تعریف اور دائرہ کار کے بارے میں تھی۔ اس دفعہ کا متن حسبِ ذیل ہے:

''(۱) ایک شخص زنا بالجبر کا ارتکاب کرے گا، اگر وہ کسی ایسے مرد یا کسی ایسی عورت سے مباشرت کرتا ہے جس کے ساتھ اس کا جائز نکاح نہیں ہے بشرطیکہ حالات مندرجہ ذیل ہوں:

① زیادتی کے شکار کی رضامندی کے خلاف

② زیادتی کے شکار کی رضامندی کے بغیر

③ زیادتی کے شکار کی رضامندی سے، جب یہ رضامندی موت یا زخمی کرنے کا خوف دلا کر حاصل کی گئی ہو۔

④ زیادتی کے شکار کی رضامندی سے جب کہ مجرم جانتا ہو کہ اس کا اس سے جائز نکاح نہیں ہے اور زیادتی کا شکار سمجھتا ہو کہ وہ وہی شخص ہے جس کے ساتھ اس کا جائز نکاح ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

اس دفعہ کو اس دعوے کی بنا پر حدود آرڈیننس سے نکالا گیا کہ زنا بالجبر کی سزا ایک تعزیری مسئلہ ہے، اس لئے اسے حدود آرڈیننس کی بجائے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں ہونا چاہیئے جبکہ اوّل تو یہ دعویٰ ہی درست نہیں کیونکہ زنا بالجبر کا ایک فریق اگر معصوم ہے تو دوسرا فریق (جبر کرنے والا) تو بہرحال زنا بالرضا کا ہی مجرم ہے اور اس لحاظ سے اُس کا فعل زنا کے ہی دائرے میں آتا ہے۔ چنانچہ اسے زنا بالجبر قرار دے کر حدود اللہ سے ماورا قرار دینا درست نہیں۔ ثانیاً: جب اسے 'تحفظ ِخواتین بل ۲۰۰۶ء' کے ذریعے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں دفعہ نمبر ۳۷۵ کے تحت داخل کیا گیا تو اس کے متن میں کئی سنگین ترامیم بھی شامل کردی گئیں جیسا کہ تحفظ ِخواتین بل میں اس جرم پر ترمیم شدہ دفعہ کا انگریزی واُردو متن ملاحظہ فرمائیں:

Rape: A man is said to commit rape who has sexual intercourse with a woman under circumstances falling under any of the five following descriptions:

ترمیم نمبر۵: ''ریپ: کسی مرد کو Rape (زنا بالجبر) کا مرتکب کہا جائے گا جو کسی عورت کے ساتھ مندرجہ ذیل پانچ حالات میں سے کسی صورت میں مباشرت کرے:

① against her will. — ① عورت کی مرضی کے خلاف

② without her consent — ② عورت کی رضامندی کے بغیر

③ عورت کی رضامندی سے، جب یہ رضا موت یا زخمی کرنے کا خوف دلا کر حاصل کی جائے۔

④ عورت کی رضامندی سے جب کہ مجرم جانتا ہو کہ اس کا اس سے جائز نکاح نہیں ہے اور زیادتی کا شکار سمجھتا ہو کہ وہ وہی شخص ہے جس کے ساتھ اس کا جائز نکاح ہے۔

⑤ عورت کی رضامندی سے یا اس کے بغیر، جب کہ وہ سولہ سال سے کم عمر کی ہو۔''

اب سابقہ اور ترمیم شدہ قانون کا ایک تقابلی جائزہ ملاحظہ فرمائیں اور ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کریں کہ سابقہ قانون بہتر تھا یا نیا قانون؟ اور کن مذموم مقاصد کیلئے یہ ترمیم عمل میں آئی ہے:

❶ حدود آرڈیننس میں اس فعل کا مجرم 'ایک شخص' ہے جو مرد بھی ہوسکتا ہے اور عورت بھی۔ گویا بعض حالات میں مرد کو بھی فعل زنا پر مجبور کیا جاسکتا ہے اور عورت زیادتی کرنے والی بھی ہوسکتی ہے گو کہ یہ امر قدرے نادر ہے لیکن ایسا ہونا خارج از امکان نہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں حضرت یوسفؑ اور زوجہ عزیزِ مصر کا مشہور قصہ بھی موجود ہے۔ جبکہ ترمیم شدہ قانون میں کسی

www.KitaboSunnat.com

مرد (A man) کے خط کشیدہ الفاظ کے ذریعے اس سزا کو محض مردوں کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے۔ ایسے ہی صورت نمبر ایک اور دو میں سابقہ قانون میں 'زیادتی کے شکار' لکھ کر ہر دو جنس کے لئے عام لفظ لایا گیا تھا، جبکہ نئے قانون میں اسے صرف عورت کے حوالے سے تذکرہ کرکے اس قانون کا فائدہ محض عورت کو دیا گیا ہے۔ گویا 'صنفی امتیاز' کے دعوے سے لائی جانے والی ترمیم اب خود دوسرے صنفی امتیاز کو قانونی بنیاد فراہم کررہی ہے۔ یہ صنفی امتیاز نہ صرف زمینی حقائق کے خلاف ہے بلکہ آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۲۵ کی واضح خلاف ورزی پر بھی مبنی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اَب بدکردار عورتیں اگر مردوں کو بدکاری پر مجبور کردیں تو اُنہیں کسی بھی سزا سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے گا۔

❷ دونوں ترامیم کے خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ سابقہ قانون کی دوسری سطر میں یہ شرط موجود ہے کہ ''جس کے ساتھ اس کا جائز نکاح نہیں ہے۔'' اب نئے قانون میں یہ شرط حذف کردی گئی ہے۔ ایسے ہی پہلی اور دوسری صورتوں میں ذکر کردہ 'عورت' کا لفظ بھی عام ہے جو بیوی کو بھی شامل ہے۔ اس شرط کے حذف اور بعض الفاظ میں ترمیم کا واضح مقصد یہ ہے کہ اُس شوہر کو بھی زنا بالجبر کا مرتکب قرار دیا جاسکے جو اپنی بیوی کی رضامندی کے بغیر اس سے جنسی مواصلت کا 'مرتکب' ہوتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ کوئی اسلام پسند جج اس سے یہ مفہوم اَخذ نہ کرے لیکن قانون بنانیوالوں کے عزائم اس حذف وترمیم سے پوری طرح آشکارا ہوجاتے ہیں وگرنہ 'جائز نکاح کی شرط' کو حذف کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ ایسے ہی کوئی جج اگر اس قانون سے کسی شوہر کو زنا بالجبر کی سزا دینا چاہے تو قانون اس کو پوری گنجائش بھی فراہم کرتا ہے۔

یوں بھی یہ دفعہ اگر حدود آرڈیننس میں موجود ہوتی جہاں زنا کی تعریف وغیرہ موجود ہے تو وہاں اسے شریعت کے مخصوص تناظر میں محدود کرلینا ممکن ہوتا، جبکہ اس دفعہ کو مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ نمبر ۳۷۵ کے تحت شامل کیا گیا ہے، جہاں اس کے لئے کوئی خاص پس منظر یا حد بندی موجود نہیں۔ اس اعتبار سے اس ترمیم میں کھلم کھلا اسلامی شریعت سے انحراف کیا گیا ہے، شریعتِ اسلامیہ کا موقف اس بارے میں بڑا واضح ہے، ایک فرمانِ نبویؐ ملاحظہ فرمائیں:

«إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت فباتَ غضبان عليها لعنتها الملائكة حتى تصبح» (صحیح بخاری: ۳۲۳۷)

www.KitaboSunnat.com

"جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے اور شوہر اس سے ناراضی کی حالت میں رات بسر کرے تو فرشتے ایسی بیوی پر صبح ہونے تک لعنتیں بھیجتے رہتے ہیں۔"

۳ دونوں قوانین کے متن ایک بار پھر ملاحظہ کریں، حد زنا آرڈیننس والے قانون میں زنا بالجبر کی چار صورتیں رکھی گئی ہیں، اس کے بعد دیگر تفصیلات شروع ہوجاتی ہیں جبکہ ترمیم شدہ قانون میں اس کی پانچویں صورت بھی پیش کی گئی ہے جو سابقہ قانون پر ایک اضافہ ہے۔ اس اضافی صورت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ۱۶ برس تک کی ہر لڑکی کا ہر جنسی فعل زنا بالجبر قرار پائے گا یعنی وہ لڑکی اس کی سزا سے مستثنیٰ ہوگی۔ یہاں بھی صنفی امتیاز برتا جارہا ہے کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ نمبر۸۳ کی رو سے ۷ تا ۱۲ برس کا لڑکا فوجداری جرائم کی سزا سے مستثنیٰ ہے، جبکہ اس ترمیم کے بعد ۱۴ سال کا لڑکا تو جنسی فعل کی سزا پائے گا لیکن لڑکی اس کی سزا سے مستثنیٰ ہوگی۔ یوں بھی فعل زنا کو دیگر جرائم سے کونسا امتیاز حاصل ہے کہ اس کے لئے سزا کی عمر میں اضافہ کردیا جائے؟ واضح بات ہے کہ اس سے جرم کے فروغ کی راہ ہموار کی جارہی ہے!

اس شق کا نتیجہ یہ بھی نکلے گا کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے بالغ ہوجانے کے بعد، ۱۶ برس سے قبل اس سے جماع کرتا ہے تو وہ بھی زنا بالجبر کی سزا کا مرتکب ہوگا۔ دوسری طرف یہ امر شک وشبہ سے بالا ہے کہ لڑکیاں ۱۶ برس سے پہلے ہی بالغ ہوجاتی ہیں، اور اسلام کی رو سے بلوغت کے بعد نہ صرف یہ کہ وہ جرم پر گرفت سے محفوظ نہیں بلکہ شادی کے بعد ان سے جماع بھی کیا جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جب نکاح کیا تو اُمّ المومنین کی عمر ۹ برس تھی جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے:

عن عائشة ...... فأسلمني إليه وأنا يومئذ بنت تسع سنين (حدیث نمبر۳۸۹۴)

"عورتوں نے بناؤ سنگھار کرکے مجھے نبی ﷺ کے پاس رخصت کردیا اور میں ۹ برس کی تھی۔"

☜ ان مذکورہ بالا تین ترامیم سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ

- زنا بالجبر کا سابقہ قانون زیادہ بہتر تھا یا 'تحفظِ خواتین بل' کے بعد نیا قانون؟
- ہر شخص یہ بھی جان سکتا ہے کہ کیا یہ تینوں اقدامات اسلام کے مطابق ہیں یا خلاف؟
- کیا صرف معاملہ اتنا ہی ہے کہ حدود آرڈیننس سے قانون کو نکال کر تعزیرات پاکستان میں ڈالا گیا ہے یا اس کے دیگر مقاصد بھی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

زنا بالجبر کی سزا

زنا بالجبر کے حوالے سے حدود آرڈیننس کے جس نکتہ کو سب سے اعتراض کا نشانہ بنایا گیا وہ یہ تھا کہ کوئی عورت اگر چار گواہ پیش نہ کرسکے تو خود اس زیادتی کی شکار عورت کو سزا کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ جبکہ اس اعتراض کی حیثیت یکطرفہ پروپیگنڈے سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ اوّل تو حد زنا آرڈیننس میں زنا کی جو تعریف کی گئی ہے، اس کی رو سے زنا بالجبر کی شکار عورت زنا کی تعریف اور جرم سے ہی خارج ہے، حد زنا آرڈیننس کی دفعہ ۴ میں زنا کی تعریف ملاحظہ ہو:

''زنا: ایک مرد اور ایک عورت جو جائز طور پر آپس میں شادی شدہ نہیں ہیں، زنا کے مرتکب ہوں گے، اگر وہ بلا جبر واکراہ ایک دوسرے کے ساتھ مباشرت کرتے ہیں۔''

اس تعریف کے خط کشیدہ الفاظ سے ہی یہ پتہ چلتا ہے کہ جو مرد یا عورت جبراً زنا کا شکار ہوئے ہیں، ان کے فعل کو قانوناً 'زنا' قرار نہیں دیا جاسکتا کجا یہ کہ اُنہیں زنا کی سزا دی جائے۔

ثانیاً: حد زنا آرڈیننس میں زنا بالجبر کی دفعہ اُسی وقت لاگو ہوتی تھی جب چار گواہ یا اعتراف موجود نہ ہو، جیسا کہ اُس قانون کی دفعہ نمبر۱۰ کی پہلی شق میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ

''ثبوت کی وہ [شرعی] صورتیں جو دفعہ نمبر ۸ میں دی گئی ہیں، موجود نہ ہوں ......''

تب زنا بالجبر کی سزا جاری کی جائے گی۔ گویا زنا بالجبر میں محض اکیلی گواہی یا واقعاتی شہادتیں بھی کافی تھیں، جیسا کہ بعد ازاں کراچی ہائیکورٹ اور وفاقی شرعی عدالت کے کئی ایک فیصلوں میں اس نکتہ کو مزید نکھار کر بیان بھی کردیا گیا۔ تفصیل کے لئے 'محدث' کا شمارہ اگست دیکھیں۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حد زنا آرڈیننس کی ۲۷ سالہ تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا موجود نہیں جس میں زنا بالجبر کی چار گواہیاں پوری نہ کرنے کی بنا پر عورت کو خود سزا سے دوچار ہونا پڑا ہو جیسا کہ جسٹس مولانا تقی عثمانی اپنی تقاریر اور کتب ومقالات میں کئی بار اس کا اظہار کرچکے ہیں۔

یہ تو تھا حد زنا آرڈیننس کا قانون، اب ملاحظہ کریں نیا قانون ...... کہ آیا اس کی سزا میں عورت کو رعایت دی گئی ہے یا پہلے سے بھی زیادہ مشکل میں ڈال دیا گیا ہے؟

سابقہ قانون کی رو سے پولیس زنا بالجبر کے وقوعہ کو رپورٹ کرتی اور اس کے متعلق تفتیشی مراحل انجام دیتی۔ اب نئے قانون کی رو سے زنا بالجبر کی شکار عورت کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ سیشن کورٹ میں دو گواہوں کو لے کر جائے، اور وہاں ان کی گواہی کی بنا پر مجرمان

www.KitaboSunnat.com

کو سزا دلوائے۔ پاکستانی معاشرے کی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے زنا بالجبر کی شکار عورت کے لئے حصولِ انصاف کا یہ ڈھنگ بالکل نرالا بلکہ ناممکن ہے، کیونکہ اوّل تو ایسی زیادتی کی شکار عورت اپنی دادرسی کے لئے عدالتوں کے دھکے نہیں کھاسکتی، اس کے لئے تو وقوعہ کے بعد صبح ہونے کا انتظار کرنا اور ۱۰۰ میل دور سیشن عدالت میں دفتری اوقات میں پہنچنا ہی کم سوہانِ روح نہیں، اور جب سیشن کورٹ اس کی درخواست کو قبول کرلے تو ایک دن گزر جانے کے بعد کئی واقعاتی شواہد بھی میسر نہیں رہتے۔ پھر جو مجرم زنا بالجبر کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کے لئے راستے میں ایسے دو گواہوں کو ڈرانا دھمکانا یا انہیں گواہی سے ہی منحرف کردینا قطعاً مشکل نہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ قانون میں زنا بالجبر کی صورت میں عورتوں کے تحفظ کی بجائے اُنہیں مزید مشکلات میں ڈال دیا گیا ہے۔

آخری بات: پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ حدود قوانین میں ترامیم کے بل کو تحفظ حقوقِ نسواں بل کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ بل دراصل زنا کو فروغ دینے اور بدکاری کو عام کرنے کا بل ہے۔ اور یہ امر بالکل واضح ہے کہ زنا کا فعل اکیلا شخص نہیں کرتا، بلکہ فریقین اس میں ملوث ہوتے ہیں، اس اعتبار سے یہ نہ صرف زانیہ بلکہ زانی ہردو کے تحفظ کا بل قرار پاتا ہے۔ پھر اسے صرف 'تحفظ حقوقِ نسواں بل' کیوں قرار دیا جاسکتا ہے؟

البتہ اگر صنفی حقائق پر نظر رکھی جائے اور زنا کے بعد کے اثرات کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے تو یہ خالصتاً بربادیٔ نسواں کا بل قرار پاتا ہے۔ کیونکہ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ زنا میں زیادہ نقصان مردوں کی بجائے صنفِ نازک کے حصے میں آتا ہے۔ اگر لڑکی کنواری ہو تو اس صورت میں عورت کے لئے اس نقصان کی تلافی ممکن ہی نہیں اور حاملہ ہونے کی صورت میں بھی زنا کے تمام تر نتائج عورت کو ہی بھگتنے پڑتے ہیں۔ مرد کئی بار بھی زنا کا ارتکاب کرے تو اس پر اس کا کوئی اثر ونتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اگر عورت کے ساتھ شوہر موجود نہ ہو تو بچے کے حمل اور پرورش کی ذمہ داری اکیلی ماں کو برداشت کرنا پڑتی ہے، مامتا کے فطری جذبے کے تحت بہت سی مائیں اپنے بچوں کو نظر انداز کرنے پر بھی قادر نہیں ہوتیں۔ اس اعتبار سے فعل زنا کی ترویج کا آخر کار نقصان طبقہ نسواں کو زیادہ ہے۔ اگر اس بل کو معاشرے کے مجموعی تناظر میں لیا جائے تو یہ اسے خواتین کی بے حرمتی کا بل قرار دیا جاسکتا ہے!

www.KitaboSunnat.com